Negotiations 5:2 (Dec 2025) pp. 250-262 ISSN: 2789-293X

تاریخی لسانیات نظریہ واطلاق

Historical Linguistics: Theory and Application

Dr. Muhammad Imran Azfar
Assistant Professor Urdu, University of Sargodha
imran.azfar@uos.edu.pk

KEYWORDS

Historical
Linguistics
Sound
Change
Variation
Qualitative Research
Language Variation
Diachronic
Synchronic

DATES

Received	**13-11-2025**
Accepted	**12-12-2025**
Published	**31-12-2025**

QR CODE

ABSTRACT

Historical linguistics is a subfield of linguistics in which an investigation of the history of languages is used to learn about how languages are related, how languages change, and what languages were like hundreds and even thousands of years ago. In this study Lingual expert examine how changes come in particular language and how society, Time and Space works in this lingual process. In this article, we tries to find how even before written records of a language are related to historical studies of language. In this article, we tries to examine the role of historical linguistics in the process of language development. According to historical linguistics one language can be changed in the same process as particular lingually connected phonetic, Phonemes and semantic effects each other. In this article, we used qualitative research methodology to examine the situation. Primary sources from Urdu and English literature is used, which are mentioned in the references.

https://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/184

تلخیص:

تاریخی لسانیات، لسانیات کی ایک اہم شاخ ہے جس میں زبانوں کی تاریخ کا مطالعہ اس مقصد کے تحت کیا جاتا ہے کہ زبانوں کے باہمی تعلقات، ان میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں اور صدیوں بلکہ ہزاروں سال پہلے زبانوں کی صورتِ حال کو سمجھا جاسکے۔ اس مطالعے میں ماہرینِ لسانیات یہ جائزہ لیتے ہیں کہ کسی مخصوص زبان میں تبدیلیاں کس طرح رونما ہوتی ہیں اور اس عمل میں معاشرہ، زمانہ اور جغرافیائی عوامل کس نوعیت کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس آرٹیکل میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ تحریری ریکارڈ کے وجود میں آنے سے قبل زبانوں کی جو صورتیں تھیں، ان کا تعلق تاریخی لسانیات کے مطالعے سے کس طرح قائم ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ اس مقالے میں زبان کی ارتقائی اور ترقیاتی عمل میں تاریخی لسانیات کے کردار کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ تاریخی لسانیات کے مطابق زبانیں ایک مسلسل تغیر پذیر عمل سے گزرتی ہیں جس میں صوتیاتی (Phonetic)، فونیمی (Phonemic) اور معنوی (Semantic) عناصر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یوں زبان کی ساخت اور استعمال میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ اس تحقیق میں صورتِ حال کے تجزیے کے لیے معیاری تحقیقی طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے۔ تحقیق میں اردو اور انگریزی زبان کے بنیادی ماخذات و مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے جن کی تفصیل حوالہ جات میں درج ہے۔

تاریخی لسانیات اپنی نظریاتی اساس میں لسانیات کے عمومی دائرے سے انفراد قائم کرتے ہوئے کسی بھی زبان یا زبانوں کے نمائندہ گروہ کے آغاز، ارتقا، پھیلاؤ، افزائش اور اس سے جُڑے دیگر تعاملات کا تاریخ بنیاد تجزیاتی مطالعہ کرتی ہے۔ یہ سائنسی تجزیاتی تفاعل زبان کے داخلی ساختے میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کے صوتی مزاج، لسانی صرفیات کی تشکیل اور تاریخی سماجی تغیر کو باریک بینی سے دیکھتا ہے اور ایک زبان کے دوسری زبان یا زبانوں کے ساتھ ربط و تعلق، اشتراک و تعاون یا تضاد و تفاوت کے متفرق نشانات کا منظم، مربوط اور بامعنی مطالعہ کرتا ہے۔ اصوات میں بتدریج تبدیلی، لسانی صرفیہ کی تشکیل اور باہمی انسلاک، ایک سے زیادہ لسانی صرفیات کا باہمی جوڑ توڑ اور الفاظ تراکیب و اصطلاحات کی تشکیل کے علاوہ الفاظ اور جملوں کا قواعد بنیاد ارتباط تاریخی لسانیات کا سب سے بنیادی اور مرکزی موضوع ہے۔ تاریخی لسانیات زبان کے صوتی، لسانی صرفی، املائی، قواعدی غرض ہر طرح کے اور ہر سطح میں برپا ہونے والے بدلاؤ اور ان کے اسباب کا تجزیاتی مطالعہ کرتی ہے۔ زبان کے دیگر لسانی گروہوں سے ارتباط و ملاپ اور اس سارے عمل میں پیش آنے والی تبدیلی اس کا تجزیاتی، تشریحاتی موضوع ہے جس میں زمان و مکان اور سماجی طبقات مرکزی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ایم ایچ ابراہم اور جیفری گالٹ ہرپام نے تاریخی لسانیات کو لسانیات تاریخی ارتقاء (Diachronic) اور ہم زمانی لسانیات یعنی (Synchronic) کی مبادیات کے ساتھ واضح کیا ہے۔ تاریخی لسانیات کے دائرہ کار میں متفرق زبانوں کے روابط کے نتیجے میں زبانوں میں برتے جانے والے الفاظ ان کے مزاج اور قواعدی یکجائی ایسے تعاملات کو تفہیمی تجزیاتی سطح پر پرکھا

اور دیکھا جاتا ہے۔ قواعدی تناظر میں فلولوجی سے سیمنٹکس کے باہمی انسلاک، زمانی بہاؤ کے سبب سے مخصوص آوازوں، تکلم اور اس سارے لسانی عمل میں لغت میں بدلاؤ کا در آنا، اس لسانیاتی مطالعاتی ڈسکورس کے بنیادی استفسارات ہیں۔ معروف ماہر لسانیات ونفریڈ لہمین (Winfred P. Lehmann) نے اپنی کتاب تاریخی لسانیات (Historical Linguistics) میں اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

> "Historical linguistics we study differences in languages between two or More points in time. As we investigate languages, we also find differences Between two or more points in space(1)".

ونفریڈ مین کی یہ کتاب پہلی مرتبہ 1962 میں شائع ہوئی اور وقت کے ساتھ اس کی مانگ میں اضافہ ہوتا گیا۔ یوں 2005 میں اس کتاب کا ڈیجیٹل پرنٹ بھی تیار کر لیا گیا۔ وکی پیڈیا کے مطابق ونفریڈ فلپ لہمین امریکی ماہر لسانیات اور استاد گزرا ہے۔ وہ یونیورسٹی آف ٹیکساس (آسٹن) میں لسانیات کا پروفیسر اور شعبہ لسانیات کا سربراہ رہا ہے۔ امریکی، جرمن اور ہندیورپی زبانوں کے اس ماہر نے جون 1916 میں اس دنیا میں آنکھ کھولی اور اگست 2007 میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ون فریڈ نے امریکی، جرمن اور ہند یورپی زبانوں پر سیر حاصل کام کرنے کے علاوہ تاریخی لسانیات، مشینی زبان اور جدید سائنسی لسانیاتی قواعد وضوابط پر خوب جم کر لکھا ہے۔ حیران کن طور پر اس کا آخری تحریری متن سال 2002 میں شائع ہوا جب اس کی عمر لگ بھگ 80 برس تھی۔ تاریخی لسانیات کے حوالے سے وہ اپنے اس منظم پیراگراف میں لکھتا ہے کہ تاریخی لسانیات میں ہم کسی زبان کے دو یا دو سے زیادہ مختلف زمانی ادوار کے درمیان موجود فرق کا جائزہ لیتے ہیں۔ زبانوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں جغرافیائی یا علاقائی انسلاک کے درمیان بھی واضح تفریق کا سامنا ہوتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے مابین مکانی تناظر میں بھی خاص تفریق موجود ہوتی ہے۔ ماہر لسانیات جب تاریخی لسانیاتی ڈسکورس کے تحت تجزیہ و تشریح کے عمل سے گذرتا ہے تو یہی عوامل اس کے سامنے بالخصوص موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح پی ایچ میتھیوز نے تاریخی لسانیات کو لسانی خاندان اور اس کے باہمی ارتباط کو موضوع بنایا ہے۔ میتھوز کے حوالے سے رؤف پاریکھ نے اپنی کتاب "لسانیات کے بنیادی مباحث" میں لکھا ہے کہ "میتھیوز کے مطابق ہمارے لیے یہ کوئی راز نہیں ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ زبان ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور مثلاً قدیم انگریزی یا اولڈ انگلش (Old English) دھیرے دھیرے ارتقاء پاکر اور مختلف تاریخی مراحل سے گذر کر جدید انگریزی (modern English) میں تبدیل ہوئی ہے۔ اسی طرح موجودہ اطالوی زبان جو پچھلے تقریباً ایک ہزار سال سے لکھی جارہی ہے نسل در نسل آہستہ آہستہ تبدیلیوں سے گذرتی ہوئی اُس زبان سے ارتقاء پاکر بنی ہے جو لاطینی کہلاتی تھی[2] یوں گویا کوئی بھی زبان ہر وقت ایک خاص طرح کے صفائی ستھرائی اور کانٹ چھانٹ کے عمل سے دوچار ہوتی ہے جو وقت کی گذران کے ساتھ اس کی صوت املا اور قواعد وغیرہ سمیت تمام مظاہر میں تبدیلی برپا کرتا رہتا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ تبدیلی زبان کے لیے مفید ثابت ہوتی ہے یا مہلک کیوں کہ وقت اپنے فیصلے اپنی عصری ضرورت کے تحت کرتا

ہے جس میں اشیاء اجسام مظاہر اور زبان کے مفاد یا نقصان کے برعکس اس کی ترجیحات کا معاملہ مختلف ہوتا ہے مگر یہ ترجیحاتی عمل زندگی کے دیگر مظاہر پر اثرانداز ہونے کے ساتھ ساتھ زبان کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتا ہے اور اسے ایک سے زیادہ سطحوں پر متاثر کرتا ہے یہی سبب ہے کہ تاریخی تناظر میں کوئی ایسا مخصوص لمحہ، وقت یا دن نہیں ہوتا جہاں یہ وثوق سے کہا جائے کہ اس وقت فلاں زبان شروع ہوگئی یعنی یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں دن سے دکنی، ہریانوی یا دہلوی زبان موجود اردو زبان میں بدل گئی یا اردو لشکری ضرورت سے آگے بڑھ کر بحیثیت زبان متعارف ہوگئی (لشکری اور اردو کے باہمی انسلاک و اختلاف پر خاصی بحث ہو چکی ہے) یا فلاں دن سے لاطینی زبان اطالوی میں تبدیل ہوگئی یا اس لمحے سے اچانک سرائیکی بولی پنجابی زبان میں ڈھل گئی۔ یہ سب اچانک یا یک لخت نہیں ہوتا اور اسی مسلسل جاری اور متحرک عمل کا مطالعہ تاریخی لسانیات ہے۔

تاریخی لسانیات میں ماہر لسانیات کے سامنے اس نوعیت کے سوالات ہوتے ہیں جیسے زبان کی افزائش, ایک زبان کے دیگر بولیوں یا زبانوں کے باہمی انسلاک، زبان کا خاندان، ایک زبان کا مختلف لسانی خاندانوں کے ساتھ تعلق، زبان کے مختلف نام اور ان ناموں کے باہمی روابط، زبان کی صوتیات اور اس کے سائنسی، معنوی اجزا، زبان کی مارفیمیات اور اس کے اختصاصی پہلو، ایک زبان کی ترویج، تشکیل، افزائش اور پھیلاؤ کے عمل میں تشریحی لسانیات کا حصہ۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخی لسانیات درحقیقت زبان کے کثیر زمانی مطالعات کا نام ہے۔ جس میں اشتقاقی عوامل سے زبان کی مرحلہ وار کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس عمل میں لفظ کی تحقیق، اس کی ارتقائی کیفیات اور ماخذ سے بحث کی جاتی ہے۔ اشتقاقیات لفظ کی ہیت، اس کے صوتی اور صورتی بدلاؤ اور رشتوں کا تجزیہ و تشریح اس غرض سے کرتی ہے کہ ان کے ماخذات کو نشان زد کیا جاسکے۔ اس طرح یہ کہنا کہ تاریخی لسانیات کی کوئی بندھی ٹکی تعریف ہو جائے گی تو یہ مشکل ہے کیونکہ تاریخی لسانیات علم بعض علمی اور اطلاقی استدلالی دستاویزات اور ان کے صوتی و ہیتی مطالعات کا حاصل ہے لہذا اسے کسی طرح کی چار سطری تعریفی سطور میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ زبان اور اس کے متفرق تعاملات کے تفہیمی عمل میں یہ یاد رکھنا از حد ضروری ہے کہ ہر زبان وقت کے بہاؤ کے ساتھ مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ یہ بدلاؤ کسی بھی زبان کو مکمل طور پر تبدیل کر سکتے ہیں اور یہ ردوبدل جزوی بھی ہو سکتا ہے مگر تاریخی لسانیات کا منصب انہی تبدیلوں کے اسباب اور طرزِ وقوع کا تجزیاتی تعین کرنا ہوتا ہے۔ اس مطالعاتی ڈسکورس میں چونکہ زبانوں کے بدلاؤ کا تقابل بھی کیا جاتا ہے اور ایک ہی لسانی کنبے میں الفاظ کے مابین موجود مماثلت اور مختلف زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ کا اشتقاق دیکھنے کے علاوہ ان کی اصلیت بارے معلومات حاصل کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔ لسانی اشتقاق کے لیے انگریزی اصطلاح Etymology استعمال میں لائی جاتی ہے۔[3] اسی تجزیاتی ڈسکورس کے تحت زبانوں کے کسی خاندان کی اولین، ابتدائی یا قدیم اشکال یعنی پروٹو لینگوئج کی بازیافت یا تشکیل نو کی جاتی ہے[4] پروٹو لینگوئج کو اردو میں "ماقبل زبان"[5] اور "قبل ترین"[6] زبان بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے تفصیلی مطالعات زیادہ دلچسپ اور

معلومات افزا ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کو بعض ماہرین لسانیات نے زبانوں کی ماں بھی قرار دیا ہے۔ کسی زبان کے قدیم ترین یا اولین صورت کو "پروٹو لینگوئج" کہا جاتا ہے۔ فرہنگ اصطلاحات لسانیات کے مطابق "پروٹو" کے معنی "ماقبل"[7] کے ہیں۔

تاریخی لسانیات میں ماہرین لسانیات زبان کے صوتی اور صرفی تغیرات کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس طرزِ تحقیق میں لسانی گروہ، اشتقاقی عوامل اور تقابلی لسانیات کے شعبہ جات کو تجزیاتی مطالعہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ لہذا ہم ان بنیادی ستون کے بارے میں مختصر ڈسکورس قائم کریں گے۔ صوتیات کو صوت، صوتیہ اور صوتیات کے زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ عمومی لسانیات کے مصنف ڈاکٹر عبد السلام نے صوتیات کے باب کو "صوتیات، تلفظی صوتیات، سمعی صوتیات، صوت رکن، صوت رکن کی تقطیع، اساسی مصوتے، ہوا کا بہاؤ اور ثانوی اور دہرا تلفظ"[8] کے اجزا میں بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام کے مطابق "صوتیات کا موضوع انسانی تکلم میں استعمال ہونے والی اصوات ہیں ان تمام اصوات کا مطالعہ جو انسانی زبانوں اور بولیوں میں استعمال ہوتی ہیں ان میں قدیم بولیاں بھی شامل ہیں اور جدید ترقی یافتہ زبانیں بھی"[9] صوتیات بنیادی طور پر شاعری کے عروضی مطالعات کی طرح کام کرتا ہے جس طرح شعری متون کے عروضی تجزیات میں لکھے ہوئے الفاظ کی نسبت بولی گئی آوازوں کو مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے اسی طرح صوتی مطالعات میں بھی بولی ہوئی آوازیں جو انسانی نظام تکلم، صوتی نظام اور تلفظی نظام کا حاصل ہوتی ہیں کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ اس عمل میں تکلم اس کا پیداواری عمل جبکہ سمعی نظام یعنی کان اس کے وصول یابی کے عوامل ہیں۔ یہ دونوں نظام ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اور کسی بھی ایک کی عدم فعالیت پورے نظام کو غیر فعال کر دیتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ماہرین لسانیات کے لیے لازم ہے کہ وہ مطالعہ صوت میں تکلم کے تمام اسالیب کا مطالعہ کرے، خواہ وہ اسالیب اچھے ہوں یا برے، فعال ہوں یا غیر فعال۔ "اگر تجزیہ کسی مخصوص زبان کی اصوات کا کیا جائے تو اسے فونولوجیکل (Phonological) تجزیہ کہا جائے گا۔ فونولوجی کی اکائی کو (Phoneme) صوتیہ کہا جاتا ہے[10]

علم صوتیات کے بارے میں خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ "صوتیات، تکلمی آوازوں یا اصوات کے سائنسی مطالعہ کا نام ہے۔ اس کے مستنبط اور منضبط اصولوں کا اطلاق تمام زبانوں پر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں اجزائے آواز یا وضع اصوات سے بھی بحث کی جاتی ہے اور آوازوں یا اصوات کی ماہیت، نوعیت، صفات اور کیفیات سے بھی"[11] کسی زبان کو بولتے ہوئے جو آوازیں ہمارے منہ سے ادا ہوتی ہیں ان آوازوں کو ادا کرنے کا انداز (جن میں سے کچھ کا ذکر سطورِ بالا میں ہوا) اور ان آوازوں کے مخرج (مقام) کی نشان دہی نیز ان آوازوں سے متعلق دیگر خصوصیات جس علم میں بیان کی جاتی ہیں اسے صوتیات کہتے ہیں[12]

صوتیات کے علمی منہاج کے بارے میں ڈاکٹر عامر سہیل نے تفصیلاً لکھا ہے کہ ان کے نزدیک صوتیات میں سائنسی مطالعات کا عمل دخل اسے سائنسی علم بناتا ہے۔ ڈاکٹر عامر سہیل کہتے ہیں کہ صوتیاتی مطالعات میں جن وسائل کو بروئے کار لایا جاتا ہے اُن کا تعلق طبعیات کی ذیلی شاخ 'آواز' کے ساتھ ہے اور یہی سبب ہے کہ صوتیات کے معروضی نتائج تک رسائی یقینی بنانے کے

لیے لیبارٹری کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح اپنے اطلاقی پہلوؤں کے سبب سے صوتیات دور حاضر کا سائنسی ڈسپلن بن چکا ہے۔ ڈاکٹر عامر سہیل صوتیات کو تین حصوں یعنی لسانی، سائنسی اور اُسلوبیاتی میں بیان کرتے ہیں[13] اس طرح تاریخی لسانیات اپنے عملی تناظرات میں لسانی اور سائنسی پہلو تک کام کرتی ہے جبکہ اسلوبیاتی مطالعات اپنی وسعت میں قواعد کے زمروں میں داخل ہو جاتے ہیں جو بالواسطہ تاریخی لسانیات کا ہی شعبہ ہے مگر اپنی سائنسی وسعت میں تاریخی لسانیات لسانی عمل اور سائنسی طرزِ تعمیر کو براہ راست اپنا حصہ بناتی ہے۔ یوں بھی اسلوبیاتی مباحث براہ راست اپنے نتائج میں زبان کے استعمال سے زیادہ مصنف، اس کو درپیش ماحول اور دیگر ایسے مظاہر پر بنیاد ہوتے ہیں۔ تاریخی لسانیات سے وابستہ صوتیاتی مطالعات کو ماہرین لسانیات نے تین بڑے حصوں تلفظی صوتیات، سمعی صوتیات اور سمعیاتی صوتیات میں منقسم کیا ہے۔ سمعی صوتیات اور سمعیاتی صوتیات کے باب میں علی رفاد لکھتے ہیں کہ "بولنے اور سننے والے کے درمیان ترسیل کے دوران تکلمی صوت کی طبعی خصوصیات کا مطالعہ سمعی صوتیات کے ذریعے ہوتا ہے۔ متکلم اور سامع کے درمیان کے فاصلے کو آوازیں ہوا کی مدد سے پورا کرتی ہیں، ان کی تفصیلات ہمیں سمعی صوتیات میں ملتی ہیں۔ سمعی صوتیات سے الگ سمعیاتی صوتیات کا تعلق سننے اور آوازوں کے ادراک سے ہے یعنی سمعیاتی صوتیات کی مدد سے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سامع کے ذہن پر آوازوں کا کیا اثر ہوتا ہے[14]۔ صوتیاتی مباحث میں یہی تین جہات اعضائے صوت سے لے کر صوتی لہروں کی منتقلی کان کے توسل سے سماعت کا نظام اور اس کے نفسیاتی عوامل سمیت تمام بنیادی لسانی اور سائنسی پہلو شامل ہیں۔ سائنسی علوم کی پہلی صفت یہ ہوتی ہے کہ اس میں کسی جزو کو کسی دوسرے جزو پر کوئی برتری حاصل نہیں ہوتی بلکہ تمام اجزا اپنی اپنی سطح پر ضروری ہوتے ہیں اور تاریخی لسانیات کے مطالعاتی دوائر کے دوران میں یہ تین مظاہر کسی ایک زبان تک محدود نہیں بلکہ دنیا کی ہر زبان میں ان کو بنیاد بنا کر مطالعہ کیا جائے گا۔ اگر ہم لفظ "اُردو" کو ہی لے لیں تو تاریخی لسانیات اس کی موجود تشکیل سے پیچھے کی طرف سفر کرے گی اور جانچے گی کہ اپنی موجود شکل سے پہلے یہ لفظ کس طرح سے کہاں اور کس وقت استعمال میں لایا گیا۔ یہاں پہلے مرحلے میں لفظ "اُردو" کے معنی کی بجائے اس کی ترکیب و تشکیل پر بات کی جائے گی۔ یہ پہلو دھیان میں رہے کہ صوتیات میں صرف انسانی آوازوں کو شامل کیا جاتا ہے غیر انسانی آوازیں، ساونڈ پیٹرن اور ساونڈ سسٹم صوتیات کے باب میں شامل نہیں ہوتے۔ تلفظ کے مطالعہ میں بھی یہی سائنسی عوامل کار فرما رہتے ہیں۔ تلفظی صوتیات میں ہونٹوں کی حرکت، دندان، اوپری مسوڑھوں، سخت تالو، حلقوم، حلق پوش، سانس کی نالی سمیت صوت کے خارجی راستوں پر متحرک تمام مراحل و اجزا کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ خلیل صدیقی آواز شناسی میں سمعی صوتیات کے لیے "توضیحی، تشریحی یا نطقی صوتیات" جبکہ سمعی صوتیات کے لیے "طبیعیاتی یا کیفیاتی صوتیات" کی اصطلاحات پر زور دیتے ہیں۔ صوت کے علاوہ صرفی تغیرات تاریخی لسانیات کے مطالعاتی دوائر میں مرکزی اہمیت رکھتے ہیں۔ لسانیاتی مطالعات میں صرف کو مارفولوجی کہا جاتا ہے۔ "پرانے زمانے سے ہی قواعد کو دو شاخوں یعنی morphology (صرف) اور Syntax (نحو) میں تقسیم کیا جاتا رہا ہے"[15] زبان کے قواعدی مباحث میں صرف ان موضوعات

کو قرار دیا جاتا ہے جن کے تحت لفظ اور اس کی ساخت پر بحث کی جاتی ہے اور نحو ان مطالعات کو کہا جاتا ہے جن میں زبان کے مرکبات یعنی جملوں کا قواعد بنیاد مطالعہ کیا جاتا ہے۔ قواعد کی بنیادی اکائی لفظ در حقیقت صرفی مطالعات کا جوہر ہے، یہی سبب ہے کہ اس اقلی جزو کو صرفیہ بھی کہا جاتا ہے۔ سادہ لفظوں میں صرف / صرفیہ صوتیوں کا وہ اقلی مجموعہ / جزو ہے جو متعدد سیاقوں میں استعمال ہو سکے مگر اس کے معنی بر قرار رہیں۔

مارفولوجی کو اردو لسانیات میں صرفیات کہا جاتا ہے گو گیان چند جین اس حوالے سے کہتے ہیں کہ نیا لفظ گھڑنے کی بجائے مارفیمیات ہی کہا جائے[16] اردو میں صرف قواعد کی ایک شاخ ہے جبکہ مارفولوجی اپنے اطلاقی استدلال میں صرفیات سے قدرے متفرق علم ہے یہی وجہ ہے کہ اسے مارفیمیات کہنے کی روایت موجود ہے۔ عبد القادر سروری نے اسے تشکیلات کا نام دیا ہے[17] جبکہ گلیسن کی کتاب کے اردو ترجمے میں اسے مارفیمیات کے نام سے استعمال کیا گیا ہے[18] مگر ہم اپنے مقالہ میں اردو اسم کو اپناتے ہوئے لسانی صرف ہی کہیں گے۔ اس طرح لسانی کے اضافے سے ماہرین لسانیات جس سطح پر علم صرف کو مارفولوجی سے کم وسعت آمیز کہتے ہیں وہ اعتراض بھی ختم ہو جائے گا کہ لسانی صرف، لسانی صرفیات اور لسانی صرفیہ سے مراد وہ علم لسانیات ہے جو جدید سائنسی لسانیات اور تاریخی لسانیات کے موضوعات سے متعلق ہے۔ لسانی صرفیہ کو ماہر لسانیات جارج یول نے اپنی کتاب The study of language میں اس طرح بیان کیا ہے:

"A minimal unit of meaning or grammatical function(19)"

ان الفاظ کے مطابق لسانی صرفیہ میں لفظی اکائی کو بنیاد بنا کر اس کی ساخت، تشکیل، افزائش، بدلاؤ سمیت تمام عوامل کو تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے جو ایک طرف لسانی خاندان کی تشکیل اور پھر دوسری جانب اس کے مجموعی حاصلات کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس حوالے سے ایڈین اکما جین لسانی صرفیہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"A part of a word that cannot be broken down further into meaningful or recognised parts(20)"

اس طرح گویا لسانی صرفیہ ایسی زبانی اکائی ہے جسے مزید حصوں میں منقسم نہ کیا جا سکتا ہو۔ اس طرح تاریخی لسانیات اس پہلے حصے کو ماقبل زبان یا قبل زبان کے دائرے میں شمار کرتے ہوئے اس کے متفرق تشکیلی پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔ یہ عمل چونکہ تاریخ جدلیاتی ہوتا ہے اس لیے اسے تاریخی لسانیات اور چونکہ اس میں زبان کے مختلف ٹکڑوں کا باہمی ارتباط بوسیلہ تقابل جانچا جاتا ہے تو تقابلی لسانیات قرار دیا جاتا ہے۔ لسانی صرفیہ کو آپ لفظ اقبالیات سے سمجھ سکتے ہیں۔ اس میں ایک صرفیہ اقبال اور دوسرا یات ہے جو اپنی اپنی جگہ پر بامعنی ہیں اور باہم مربوط و یکجا ہو کر بھی معنی کی ترسیل میں کامیاب ہیں۔ اس طرح اگر انہیں مختصر کیا جائے تو اقبال ایک اسم بھی ہے اور ایک لفظ بھی مگر اس کو مزید چھوٹا نہیں کیا جا سکتا کہ ایسی صورت میں یہ لفظ کی بجائے حرف کی شکل میں آ جائے گا اور حقیقتاً بھی یہ پانچ حروف ا ق ب ا ل کے انسلاک کا تشکیلی حاصل ہے۔ خدا نخواستہ میں

خدا/ن/خواستہ کی ترتیب سے تین لسانی صرفیے جبکہ غمزدہ میں غم/زدہ دو لسانی صرفیے شامل ہیں۔ خوش آب میں خوش اور آب دو لسانی صرفیے اور خدمتگار میں خدمت/گار میں دو لسانی صرفیے، بدمزاج انسان میں بد/مزاج/انسان تین لسانی صرفیے شامل ہیں۔ اردو کے ان سابقوں اور لاحقوں کو تاریخی لسانی مطالعات میں قواعد کی بجائے لسانی صرفی اجزا کی بنیاد پر تجزیات کا جزو بنایا جاتا ہے۔ اردو میں اس نوعیت کے مطالعات میں زبان کے تاریخی تناظرات کو دیکھنے کی بجائے ایک طرح سے قواعدی گراف بنائے گئے ہیں۔ جن میں لسانی صرف کو سائنسی لسانی اصطلاحات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اصطلاحوں کو بیان کرنے کی بجائے اردو زبان کو تاریخی لسانی مطالعات کا حصہ بنایا جائے۔ (21)

ماہرین لسانیات نے ایسے مطالعات مارفیم کی پہچان کے ساتھ کیے ہیں جبکہ ہم اسے لسانی صرف، لسانی صرفیات اور لسانی صرفیہ سے ہی لکھ اور سمجھ رہے ہیں تاکہ بتدریج اردو زبان کو لسانی مطالعات میں وسعت انگیز اور خود کفیل بنایا جائے۔ گذشتہ مثالیں اردو قواعد کی رو سے سابقہ اور لاحقہ سے متعلق ہیں۔ یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ اردو میں تراکیب و اصطلاحات کا ایک بڑا ذخیرہ انگریز نو آبادیات کے قیام اور فروغ کے بعد ایا جس میں اکثر اصطلاحات کو انگریزی زبان میں ہی اردو میں رائج کیا گیا۔ لسانیات کے میدان میں بھی ادق، غیر واضح اور پیچیدہ صوتی تشکیل کے حامل الفاظ اور تراکیب و اصطلاحات کی بجائے انگریزی اصطلاحات کو ہی رائج کرنا چاہیے مگر جہاں جہاں سادہ عام فہم اور بامعنی اردو الفاظ موجود ہوں وہاں پر اردو زبان اور اس کے لسانی روابط کو بروئے کار لاتے ہوئے، اپنی زبان کی وسعت اور ہمہ گیری میں اضافے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اردو کے لسانی ساختے اور معنوی تشکیل کو سامنے رکھا جائے تو لفظ سے معنی کے سفر میں معنی کی مختلف اکائیوں میں بڑی اکائی جملہ ہے، اس سے مختصر اکائی فقرہ, ترکیب اور اصطلاح جبکہ معنی کی سب سے چھوٹی اکائی بظاہر تو لفظ ہے مگر بعض الفاظ ایک لفظ بھی ہوتے ہیں اور کئی صورتوں میں وہ ایک سے زیادہ الفاظ کے باہمی ارتباط سے بنتے ہیں۔ لسانی صرفیہ میں لفظی اکائی ہی معنی کی سب سے مختصر صورت ہے اور اسی کو مارفیم/لسانی صرفیہ کہا جاتا ہے۔ مارفیم/صرفیہ اپنی بنیاد میں مجرد تصور ہے جسے کسی مادی/مجسم تصور کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے تو وہ صرفیہ کہلاتا ہے۔ جارج ڈیوڈ مور نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ "جب ہم کوئی مارفیم بولتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس کی صوتی شکل (آواز) یا اس کی تحریری شکل (املا یا ترسیم) مارف کہلاتی ہے (22)۔ لسانی صرفیات کے حوالے سے ون فریڈ لکھتے ہیں:

"Study of even small segment of a language leads to the observation that forms similarly used may influence or modify one another(23).

سمعی حوالے سے صرفیہ کی نمایاں خوبی اس کی امتیازی صوت ہے۔ کسی بھی زبان کے مختصر، چھوٹی سے چھوٹی اکائی کا مطالعہ بھی اس مطالعے اور مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے کہ ایک زبان میں ایک طرح کے مستعمل الفاظ یا صیغے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں یا مجموعی لسانی عمل کے دوران میں ان میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی زبان میں لسانی تفریق وقت، مقام

اور طبقے کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہی تین جہات زبان کی تشکیل اور اس کے مسلسل بدلاؤ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں جیسے انیسویں صدی کی اُردو زبان دیکھیں جس میں مرکزی اہمیت لکھنو اور دہلی کے اردو بولنے والوں کو حاصل تھی اس طرح اس زمانے کی اردو کا لہجہ، اس کی اصوات، اس کے لسانی صرفیے انہی علاقوں کے صوتی نظام اور طبعی خصوصیات پر قائم تھے جبکہ بیسویں صدی میں یہ طبقہ اشرافیہ سے کچھ وسعت پاتی ہوئی کراچی، لاہور اور دیگر مراکز میں عام ہوئی جس سے اس کے صوتی نظام، اس کے تلفظ اور اس کی تشکیلی صورتحال میں فرق آنے لگا۔ آپ دیکھیں کہ کس طرح تاریخی تناظر میں ایک ہی زبان مختلف علاقوں میں اور مختلف طبقوں کے درمیان ایک سے زیادہ لہجوں اور ایک سے زیادہ صوتی نظام کے ساتھ رائج ہوتی ہے۔ زبان میں وقت کے لحاظ سے برپا ہونے والا فرق تاریخی لسانیات کا موضوع ہے۔ جس میں ایک ہی زبان قدیم اور جدید صورتوں کے مابین واقع ہونے والے فرق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ زبان کے تاریخی تغیر کو ہم نظامی کی مثنوی کدم راو پدم راو کی مثال سے بھی دیکھ سکتے ہیں کہ لگ بھگ چھ سو برس پہلے تصنیف کی گئی یہ نظم آج پڑھی بھی نہیں جا سکتی یعنی کوئی اردو دان اس نظم کو پڑھنے اور سمجھنے کے لائق نہیں جبکہ اس کے اردو میں ہونے پر ماہرین لسانیات متفق ہیں یعنی وقت کی گذران کے ساتھ ایک ہی زبان کی املا، اس کے حروف، اس کی اصوات، اس کی لسانی صرفیات میں ایسے بڑے بدلاؤ واقع ہوتے ہیں کہ ایک زمان مکان اور طبقے سے دوسرے طبقے زمان اور مکان تک پہنچ کر وہ مکمل طور پر اجنبی ہو جاتی ہے۔ ایسی ہی مثالیں ولی دکنی، میر تقی میر کی غزلیات اور کلاسیکی مثنویوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ جہاں تاریخی تناظر میں زبان لسانی بدلاؤ کے عمل سے گذرتے ہوئے، آج کے ماہرین لسانیات کو تاریخی لسانیات کے دائرہ کار کے تحت مطالعات کی دعوت دیتی ہے تاکہ ماہر لسانیات جانچ سکے کہ کسی بھی زبان میں جو بدلاؤ جغرافیائی اور سماجی ڈسکورس کے باعث واقع ہوتا ہے وہی اختلاف یا بدلاؤ جاری زمان کے ساتھ لسانی تغیر کا روپ دھار لیتا ہے۔ اس طرح زبان میں بدلاؤ زمانی، مکانی اور تاریخی ہوتا ہے۔ جس میں انسانی سماجی طبقات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ زبان میں بدلاؤ ہر حوالے سے ہوتا ہے۔ زبان کے قواعد کی رو سے، اس کے حروف تہجی کے لحاظ سے اور زبان کے تلفظ کے حوالے سے ہاں مگر یہ تلفظ اور ذخیرہ الفاظ یعنی لغت میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور یہی مطالعات تاریخی لسانیات کا حصہ ہوتے ہیں۔ زبان میں واقع ہونے والا یہ فرق یا بدلاؤ یک زمانی یعنی ایک ہی زمانے کے حوالے سے جیسے میر تقی میر کی ابتدائی شاعری اور بعد از وسط کے متون میں برپا ہونے والے بدلاؤ یا ایک ہی وقت میں مختلف لکھنے اور بولنے والوں کے متون میں تفریق یا ایک ہی طبقے میں مختلف افراد کی طرف سے بولی جانے والی زبان میں موجود فرق اور تغیر اس کے علاوہ کثیر زمانی بدلاؤ یعنی وقت کے ساتھ یا تاریخی تبدیلی جیسے مثنوی نظامی کے حوالے سے پہلے بات کی جا چکی ہے۔ تاریخی لسانیاتی ڈسکورس میں مثنوی نظامی، نظیر اکبر آبادی کی نظمیں، اختر شیرانی کی نظمیں اور معاصر عہد میں انوار فطرت کی نظموں کے لسانی تغیرات کا مطالعہ خاص نتائج کا پیش کار ہو سکتا ہے۔ ان مطالعات میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اردو زبان میں وقت کے ساتھ ساتھ جو بدلاؤ ہوتا ہے اور ماضی اور حال کی زبان میں جو فرق موجود ہے اس کے اسباب کیا ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

تاریخی لسانیات کے مطالعاتی ڈسکورس کے دوران میں زبان کے تحریری ریکارڈ مرکزی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ تقابلی جائزہ (comparative method) اس طرزِ تجزیہ میں بنیادی عامل کے طور پر شامل ہے۔ زبان کی داخلی ساختی تشکیل اور اس میں برپا ہونے والے اختلاف واشتراک تاریخی لسانیات کے اہم ترین اجزا میں سے ایک ہیں۔

اس طرح تاریخی لسانیات اطلاقی حوالے کے مطابق ایک ہی وقت میں زبان کے مختلف ادوار کا مطالعہ ایک زبان کی ہئیت اور ساخت کو سامنے رکھ کر کرتی ہے۔ اس مطالعاتی ڈسکورس کا براہ راست واسطہ تاریخی تناظرات کے ساتھ ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ اس طرزِ عمل کو تاریخی لسانیات کے نام سے جانا جاتا ہے وگرنہ بعض ماہرین لسانیات اسے تقابلی لسانیات کے زمرے میں بھی رکھتے ہیں۔ تقابلی شناخت کی وجہ اس عمل میں صورت اور وضع کا تقابلی جائزہ پر مشتمل ہونا ہو سکتا ہے۔ اس لسانی عمل میں لفظی تحقیق (اشتقاق) صوتی صرفی تغیرات، لفظوں کی صوتی، ترکیبی اور تالیفی وضعوں، مختلف زبانوں کے تاریخی ارتقا، ان کے باہمی رشتوں اور ان رشتوں کی حیثیت واہمیت، لسانی گروہ اور ان گروہوں کے باہمی ارتباط پر بحث کی جاتی ہے۔ عملی کوششوں میں دیکھا جائے تو لسانی مطالعات میں اس نوعیت کے بنیادی کام ہند یورپی زبانوں کے تجزیاتی مطالعات کا حاصل ہیں۔ اشتقاقی عوامل اور باہمی تقابلی و تاریخی قواعد، تاریخی لسانیاتی مطالعات کے بنیادی ستون ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اردو زبان و ادب کے مطالعاتی ڈسکورس میں اردو لسانیات نسبتاً نئے نظریاتی اور علمی استدلال کے ساتھ داخل ہوا ہے۔ سید احمد خان کی "قواعدِ اردو"، محمد حسین آزاد کی "سخن دانِ فارس" اور "آبِ حیات" حافظ محمود شیرانی کی "پنجاب میں اُردو" پنڈت کیفی دتاتریہ کی "کیفیہ" ابتدائی نشانات میں شامل ہیں۔ محی الدین قادری زور کی "ہندوستانی لسانیات" اور "ہندوستانی صوتیات" اُردو میں جدید لسانی مباحث میں سنجیدہ اقدامات ہیں جن کی اہمیت اور سائنسی استدلال سے مفر ممکن نہیں۔ پروفیسر مسعود حسین خاں نے اُردو کی تاریخی، توضیحی اور اُسلوبیاتی لسانیات پر گراں قدر کام کیا۔ اس سلسلے میں آئندہ نقوش کی داغ بیل پروفیسر خلیل صدیقی، پروفیسر عبدالسلام، پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر نویر احمد خان، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ، پروفیسر عبدالستار ردولوی، پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر رؤف پاریکھ ایسے اردو کے سنجیدہ ماہرین لسانیات کی مسلسل کاوشوں کا حاصل ہیں۔

تاریخی لسانیات کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس دنیا کی کوئی بھی زبان زیادہ عرصہ تک ایک ہی حالت میں نہیں رہتی۔ وقت کی گزران کے ساتھ ساتھ زبان میں صوتی، معنوی، صوری اور لسانیاتی بدلاؤ برپا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تبدیلی کا عمل اس قدر منظم اور اثر انگیز ہوتا ہے کہ ایک زبان کی ابتدائی اور آخری شکل میں زمین آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ زبان کے اس ارتقائی اور بتدریج بدلتے ہوئے تعامل کو تاریخی لسانیات کے تناظر میں ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ تاریخی، سیاسی، تہذیبی، معاشی اور معاشرتی اثرات کے تحت زبانیں ایک دوسری سے الفاظ کے لین دین، تعلیم و تربیت کے سبب ہونے والے لسانی

اثر و نفوذ، قواعد کے مطابق، ادیب اور شاعر برادری کی تخلیقی و تنقیدی کاوشوں سے اور عوامی استعمال کے سبب سے تلفظ میں بدلاؤ، نئے الفاظ اور تراکیب کا وجود میں آنا، ایک مسلسل عمل ہے جو زبان پر اثرات جاری رکھتا ہے۔ یہی وہ عوامل ہیں جو زبان کے ساختے میں بدلاؤ کے لیے نئے نئے محرکات سے جاری و ساری رہتا ہے اور انہی مجموعی اثرات اور تبدیلیوں کو تاریخی لسانیات کی مدد سے سمجھا اور بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ تاریخی لسانیات ہے جو ہمیں سائنسی استدلال سے واضح کرتی ہے کہ کسی بھی زبان میں برپا ہونے والی تبدیلیوں کو اہم شاعروں کی اسناد، جغرافیائی معیارات جیسے اردو کے تناظر میں دبستان دہلی، لکھنؤ، لاہور اور ملتان کے تحت تشکیل ہونے والے لسانی ساختے، معیاری اور اعلیٰ ادب میں برتی جانے والی زبان، سیاسی سماجی اشرافیہ بالخصوص وہ خاندان جو کسی زبان کے تحفظ کے حوالے سے عوامی سطح پر حساس اور مستند تسلیم کیے جاتے ہوں، تعلیم یافتہ متوسط طبقے کے لسانی معیارات، زبان کے منطقی قواعدی معیارات جیسے جملے کی ترکیب کے منطقی امور کی سند اور جمالیاتی معیارات کی اسناد پر جانچا، پرکھا اور سمجھا جا سکتا ہے اور یہی علمی کاوش ہمیں اپنے زبان کے ساتھ وابستہ رہیں اور اس کے ادبی و سماجی دستاویزات کی تفہیم میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔

حوالہ جات

1. Winfred P. Lehmann, Historical Linguistics: An introduction, third edition (London: Routledge, 1993), 03.

2. رؤف پاریکھ لسانیات کے بنیادی مباحث (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، 2021ء)، 219۔

3. An introduction to Language, Victorian Fromkin, Southbank, Vic: Thomson, 2005, (5th edition), 476.

4. ایضاً

5. فرہنگ اصطلاحات لسانیات۔ اردو-انگریزی (دہلی: ترقی اردو بیورو، 1987ء)، 157۔

6. الٰہی بخش اختر اعوان، کشاف اصطلاحاتِ لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1995ء)، 543۔

7. فرہنگ اصطلاحات لسانیات، 157۔

8. عبدالسلام، ڈاکٹر، عمومی لسانیات (کراچی: رائل بک کمپنی، 1993ء)، 45۔

9. ایضاً، 19۔

10. ایضاً، 21۔

11. خلیل صدیقی آواز شناسی (ملتان: بیکن بکس، 1993ء)، 17۔

12. رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، 96۔

13. عامر سہیل، جدید لسانیاتی اور اسلوبیاتی تصورات (فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2021ء)، 53۔
14. 14 علی رفاد فتیحی، اُردو لسانیات (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اُردو، 2012ء)، 3۔
15. عبدالسلام، عمومی لسانیات، 173۔
16. گیان چند جین، عام لسانیات (دہلی: ترقی اردو بیورو، 1985ء)، 192۔
17. عبدالقادر سروری نے اپنی تصنیف "زبان اور علمِ زبان" میں اسے تشکیلات کا نام دیا ہے۔ مصنف کی یہ کتاب انجمن ترقی اردو، حیدر آباد دکن سے 1956 میں شائع ہوئی۔
18. تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: توضیحی لسانیات مترجم عتیق صدیقی, ترقی اردو بیورو, دہلی, 1979
19. George Yule, The study of language, (London: Cambridge University Press 2nd edition, 2001), 75.
20. Adrian Akmajian & others, An Introduction to Language and Communication (London: The MIT press, Cambridge, 2010), 591.
21. تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں لسانیات کے بنیادی مباحث، چوتھا رفیمیات
22. G David Morley, Syntax in Functional Grammar (London: Contiuum, 2000), 151.
23. Winfred P. Lehmann, Historical Linguistics: An introduction .third edition (London: Routledge, 1993), 12.

References in Roman Script

1. Winfred P. Lehmann, Historical Linguistics: An introduction, third edition (London: Routledge, 1993), 03
2. Rauf Parekh, Lisaniyat ke Bunyadi Mabahis (Karachi: City Book Point, 2021), p. 219.
3. An introduction to Language, Victorian Fromkin, Southbank, Vic: Thomson, 2005, (5th edition), 476.
4. Ibid
5. Farhang Istilahat-e-Lisaniyat: Urdu-English (Delhi: Taraqqi-e-Urdu Bureau, 1987), 157.
6. Ilahi Bakhsh Akhtar Awan, Kashshaf Istilahat-e-Lisaniyat (Islamabad: Muqtadara Qaumi Zaban, 1995), 543.
7. Farhang Istilahat-e-Lisaniyat: Urdu-English,157.
8. Abdus Salam, Dr.,Umumi Lisaniyat (Karachi: Royal Book Company, 1993), 45.
9. Ibid, 19.
10. Ibid, 21.

11. Khalil Siddiqi, Aawaz Shanasi (Multan: Beacon Books, 1993), 17.
12. Rauf Parekh, Lisaniyat ke Bunyadi Mabahis, 96.
13. Aamir Suhail, Jadid Lisaniyati aur Uslubiyati Tasavvurāt (Faisalabad: Misal Publishers, 2021), 53.
14. Ali Rifad Fathi, Urdu Lisaniyat (New Delhi: Qaumi Council Baraye Farogh-e-Urdu, 2012), 3.
15. Abdus Salam, Dr., Umumi Lisaniyat, 173.
16. Gyan Chand Jain, Aam Lisaniyat (Delhi: Taraqqi Urdu Bureau, 1985), 192.
17. Abdul Qadir Sarwari, Zaban aur Ilm-e-Zaban (Hyderabad Deccan: Anjuman Taraqqi-e-Urdu, 1956). Sarwari has termed these as “Tashkilat” in his work.
18. For details, see: Tawzihi Lisaniyat, trans. Atiq Siddiqi (Delhi: Taraqqi Urdu Bureau, 1979).
19. George Yule, The study of language, (London: Cambridge University Press 2nd edition, 2001), 75.
20. Adrian Akmajian & others, An Introduction to Language and Communication (London: The MIT press, Cambridge, 2010), 591
21. For details, see: Rauf Parekh, Lisaniyat ke Bunyadi Mabahis, Chapter Four: Morfemiyat (Morphemics).
22. G David Morley, Syntax in Functional Grammar (London: Contiuum, 2000), 151.
23. Winfred P. Lehmann, Historical Linguistics: An introduction .third edition (London: Routledge, 1993), 12.